ابویعلیٰ نے ایک حدیث روایت کی ہے' حضورؐ فرماتے ہیں' قیامت کے دن ایک بندہ اللہ کے سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتا میرے لئے تو نے کیا نیکی کی ہے۔ وہ کہے گا اے اللہ ایک ذرے کے برابر بھی کوئی ایسی نیکی مجھ سے نہیں ہوئی جو آج میں اس کی جزا طلب کر سکوں' اللہ اس سے پھر پوچھے گا وہ پھر یہی جواب دے گا' پھر پوچھے گا وہ پھر یہی کہے گا پروردگار ایک چھوٹی سی بات البتہ یاد پڑتی ہے کہ تو نے اپنے فضل سے کچھ مال بھی مجھے دے رکھا تھا۔ میں تجارت پیشہ شخص تھا۔ لوگ ادھار سدھار لے جاتے تھے۔ میں اگر دیکھتا کہ یہ غریب شخص ہے اور وعدہ پر قرض نہ ادا کر سکا تو میں اسے اور کچھ مدت کی مہلت دے دیتا عیال داروں پر سختی نہ کرتا' زیادہ تنگی والا اگر کسی کو پاتا تو معاف بھی کر دیتا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا' پھر میں تجھ پر آسانی کیوں نہ کروں میں تو سب سے زیادہ آسانی کرنے والا ہوں' جا میں نے تجھے بخشا۔ جنت میں داخل ہو جا' مستدرک حاکم میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کی مدد کرے یا قرض دار بے مال کی اعانت کرے یا غلام جس نے لکھ دیا ہو کہ اتنی رقم دے دو تو آزاد ہوں۔ اس کی مدد کرے' اللہ تعالیٰ اسے اس دن سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

مسند احمد میں ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعائیں قبول کی جائیں اور اس کی تکلیف و مصیبت دور ہو جائے' اسے چاہئے کہ تنگی والے لوگوں پر کشادگی کرے' عبادہ بن ولیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد طلب علم میں نکلے اور ہم نے کہا کہ انصاریوں سے حدیثیں پڑھیں' سب سے پہلے ہماری ملاقات حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ ان کے ساتھ ان کے غلام تھے جن کے ہاتھ میں ایک دفتر تھا اور غلام و آقا کا ایک ہی لباس تھا' میرے باپ نے کہا' چچا آپ تو اس وقت غصہ میں نظر آتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ سنو۔ فلاں شخص پر میرا کچھ قرض تھا' مدت ختم ہو چکی تھی۔ میں قرض مانگنے گیا سلام کیا اور پوچھا کہ کیا وہ مکان پر ہیں۔ گھر میں سے جواب ملا کہ نہیں' اتفاقاً ان کا ایک چھوٹا بچہ باہر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے والد کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ آپ کی آواز سن کر چارپائی تلے جا چھپے ہیں' میں نے پھر آواز دی اور کہا کہ تمہارا اندر ہونا مجھے معلوم ہو گیا ہے اب چھپو نہیں آؤ جواب دو' وہ آئے میں نے کہا کیوں چھپ رہے ہو؟ کہا محض اس لئے کہ میرے پاس روپیہ تو اس وقت ہے نہیں' آپ سے ملوں گا تو کوئی جھوٹا عذر حیلہ بیان کروں گا یا غلط وعدہ کروں گا اس لئے سامنے ہونے سے جھجکتا تھا۔ آپ رسول اللہؐ کے صحابی ہیں' آپ سے جھوٹ کیا کہوں؟ میں نے کہا سچ' کہتے ہو اللہ کی قسم تمہارے پاس روپیہ نہیں' اس نے کہا ہاں سچ کہتا ہوں اللہ کی قسم کچھ نہیں' تین مرتبہ میں نے قسم کھلائی اور انہوں نے کھائی' میں نے اپنے دفتر میں سے ان کا نام کاٹ دیا اور رقم جمع کر لی اور کہہ دیا کہ جاؤ میں نے تمہارے نام سے یہ رقم کاٹ دی ہے' اب اگر تمہیں مل جائے تو دے دینا ورنہ معاف ہے۔ سنو میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے اس دل نے اسے خوب یاد رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو شخص کسی سختی والے کو ڈھیل دے یا معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ میں جگہ دے گا' مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد آتے ہوئے زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' جو شخص کسی نادار پر آسانی کر دے یا اسے معاف کر دے' اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے بچا لے گا' سنو جنت کے کام مشقت والے ہیں اور خواہش کے خلاف ہیں اور جہنم کے کام آسانی والے اور خواہش نفس کے مطابق ہیں' نیک بخت وہ لوگ ہیں جو فتنوں سے بچ جائیں' وہ انسان جو غصے کا گھونٹ پی لے' اس کو اللہ تعالیٰ ایمان سے نوازتا ہے' طبرانی میں ہے جو شخص کسی مفلس شخص پر رحم کر کے اپنے قرض کی وصولی میں اس پر سختی نہ کرے' اللہ بھی اس کے گناہوں پر اس کو نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے۔ انہیں دنیا کے زوال' مال کے فنا' آخرت کا آنا' اللہ کی طرف لوٹنا' اللہ کو اپنے اعمال کا حساب دینا اور ان تمام اعمال پر جزا و سزا کا ملنا یاد دلاتا ہے اور اپنے عذابوں سے ڈراتا ہے' یہ بھی مروی ہے کہ قرآن کریم کی سب سے

آخری آیت یہی ہے' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی ﷺ صرف نو راتوں تک زندہ رہے اور ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کے دن آپ کا انتقال ہو گیا۔ اللھم صلی و سلم و علیہ۔ ابن عباسؓ سے ایک روایت میں اس کے بعد حضورؐ کی زندگی اکتیس دن کی بھی مروی ہے' ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ سلف کا قول ہے کہ اس کے بعد حضورؐ نو رات زندہ رہے۔ ہفتہ کے دن سے ابتدا ہوئی اور پیر والے دن انتقال ہوا۔ الغرض قرآن کریم میں سب سے آخر یہی آیات نازل ہوئی ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ
يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ
سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ
وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىھُمَا فَتُذَكِّرَ
اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ

ایمان والو جب تم آپس میں ایک دوسرے سے معیاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو' اور لکھنے والے کو چاہئے کہ تمہارا آپس کا معاملہ عدل سے لکھے' کاتب کو چاہئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے' وہ بھی لکھ دے اور جس کے ذمہ حق ہو وہ لکھوائے اور اپنے اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ گھٹائے نہیں' جس شخص کے ذمہ حق ہے وہ اگر نادان ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوا دے اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کر لو تاکہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے

حفظ قرآن اور لین دین میں گواہ اور لکھنے کی تاکید: ☆☆ (آیت: ۲۸۲) یہ آیت قرآن کریم کی تمام آیتوں سے بڑی ہے' حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن کی سب سے بڑی آیت یہی آیت الدین ہے' یہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سب سے پہلے انکار کرنے والے حضرت آدم علیہ السلام ہیں' اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا' ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور قیامت تک کی ان کی تمام اولاد نکالی' آپ نے اپنی اولاد کو دیکھا۔ ایک شخص کو خوب تروتازہ اور نورانی دیکھ کر پوچھا کہ الٰہی ان کا کیا نام ہے؟ جناب باری نے فرمایا' یہ تمہارے لڑکے داؤد ہیں' پوچھا اللہ ان کی عمر کیا ہے؟ فرمایا ساٹھ سال' کہا اے اللہ اس کی عمر کچھ اور بڑھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ ہاں اگر تم اپنی عمر میں سے انہیں کچھ دینا چاہو تو دے دو' کہا اے اللہ میری عمر میں سے چالیس سال اسے دیئے جائیں چنانچہ دے دیئے گئے' حضرت آدمؑ کی اصلی عمر ایک ہزار سال کی تھی۔ اس لین دین کو لکھا گیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ کیا گیا' حضرت آدمؑ کی موت جب آئی' کہنے لگے اے اللہ میری عمر میں سے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تم نے اپنے لڑکے حضرت داؤدؑ کو دے دیئے ہیں تو حضرت آدمؑ نے انکار کیا جس پر وہ لکھا ہوا دکھایا گیا اور فرشتوں کی گواہی گزری' دوسری روایت میں ہے کہ حضرت آدم

کی عمر پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار کی پوری کی اور حضرت داؤدؑ کی ایک سو سال کی (مسند احمد) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ اس کے راوی علی بن زید بن جدعان کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں' مستدرک حاکم میں بھی یہ روایت ہے۔

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ
كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا
تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ
وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

گواہوں کو چاہئے کہ جب وہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں' قرض کو جس کی مدت مقرر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو' لکھنے میں کاہلی نہ کرو' اللہ کے نزدیک یہ بات بہت انصاف والی ہے اور گواہی کو بھی زیادہ درست رکھنے والی اور شک وشبہ سے بھی زیادہ بچانے والی ہے' ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ معاملہ نقد تجارت کی شکل میں ہو جو آپس میں تم لین دین کر رہے ہو تو تم پر اس کے نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں' خرید وفروخت کے وقت بھی گواہ مقرر کر لیا کرو نہ تو لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو اور اگر تم یہ کرو تو یہ تمہاری کھلی نافرمانی ہے۔ اللہ سے ڈرو' اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ادھار کے معاملات لکھ لیا کریں تاکہ رقم اور معیاد خوب یاد رہے۔ گواہ کو بھی غلطی نہ ہو' اس سے ایک وقت مقررہ کے لئے ادھار دینے کا جواز بھی ثابت ہوا' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ معیاد مقرر کر کے قرض کے لین دین کی اجازت اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے'[2] صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مدینے والوں کا ادھار لین دین دیکھ کر آنحضور ﷺ نے فرمایا' ناپ تول یا وزن مقرر کر لیا کرو' بھاؤ تاؤ چکا لیا کرو اور مدت کا بھی فیصلہ کر لیا کرو۔

قرآن حکم دیتا ہے کہ لکھ لیا کرو' اور حدیث شریف میں ہے کہ ہم ان پڑھ امت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ دینی مسائل اور شرعی امور کے لکھنے کی تو مطلق ضرورت ہی نہیں خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بے حد آسان اور بالکل سہل کر دیا گیا' قرآن کا حفظ اور احادیث کا حفظ قدرتاً لوگوں پر سہل ہے لیکن دنیوی چھوٹی بڑی لین دین کی باتیں اور وہ معاملات جو ادھار سدھار ہوں' ان کی بابت بے شک لکھ لینے کا حکم ہوا' اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم بھی وجوباً نہیں پس نہ لکھنا دینی امور کا ہے اور لکھ لینا دنیوی کام کا ہے۔ بعض لوگ اس کے وجوب کی طرف بھی گئے ہیں' ابن جریجؒ فرماتے ہیں' جو ادھار دے وہ لکھ لے اور جو بیچے وہ گواہ کر لے' ابو سلیمان مرعشیؒ جنہوں نے حضرت کعبؓ کی صحبت بہت اٹھائی تھی' انہوں نے ایک دن اپنے پاس والوں سے کہا' اس مظلوم کو بھی جانتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں ہوتی' لوگوں نے کہا یہ کس طرح؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو ایک مدت تک کے لئے ادھار دیتا ہے اور نہ گواہ رکھتا ہے نہ لکھت پڑھت کرتا ہے۔

پھر مدت گزرنے پر تقاضا کرتا ہے اور دوسرا شخص انکار کر جاتا ہے۔ اب یہ اللہ سے دعا کرتا ہے لیکن پروردگار قبول نہیں کرتا اس لئے کہ اس نے کام اس کے فرمان کے خلاف کیا ہے اور اپنے رب کا نافرمان ہوا ہے' حضرت ابو سعید' شعبی' ربیع بن انس' حسن' ابن جریج' ابن زید وغیرہ رحمھم اللہ عنہم کا قول ہے کہ پہلے تو یہ واجب تھا پھر وجوب منسوخ ہو گیا اور فرمایا گیا کہ اگر ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو جسے امانت دی گئی ہے' اسے چاہئے کہ ادا کر دے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ گو یہ واقعہ اگلی امت کا ہے لیکن تاہم ان کی شریعت ہماری شریعت ہے جب تک ہماری شریعت پر سے انکار نہ ہو۔ اس واقعہ میں جسے اب ہم بیان کرتے ہیں لکھت پڑھت کے نہ ہونے اور گواہ مقرر نہ کئے جانے پر شارع علیہ السلام نے انکار نہیں کیا۔

مسند میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار ادھار مانگے۔ اس نے کہا گواہ لاؤ۔ جواب دیا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے' کہا ضمانت لاؤ' جواب دیا اللہ کی ضمانت کافی ہے' کہا تو نے سچ کہا' ادائیگی کی معیاد مقرر ہو گئی اور اس نے اسے ایک ہزار دینار گن دیئے۔ اس نے تری کا سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا جب معیاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمندر کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اس میں بیٹھ جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اس نے ایک لکڑی لی۔ اسے بیچ سے کھوکھلی کر لی اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا پھر منہ کو بند کر دیا اور اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے اس نے مجھ سے ضمانت طلب کی میں نے تجھے ضامن دیا اور وہ اس پر خوش ہو گیا گواہ مانگا میں نے گواہ بھی تجھی کو رکھا وہ اس پر بھی خوش ہو گیا۔ اب جبکہ اپنا قرض ادا کر آؤں لیکن کوئی کشتی نہیں ملی۔ اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈال دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اسے پہنچا دے' پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا وہاں جس شخص نے اسے قرض دیا' جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا اور آج اسے آنا چاہئے تو وہ بھی دریا کنارے آ کھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا مگر جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس کی طرف سے نہیں آئی تو یہ واپس لوٹا' کنارے پر ایک لکڑی دیکھی تو یہ سمجھ کر کہ خالی ہاتھ تو جا ہی رہا ہوں' آؤ اس لکڑی کو لے چلو' پھاڑ کر سکھا لوں گا۔ جلانے کے کام آئے گی' گھر پہنچ کر جب اسے چیرتا ہے تو کھنا کھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں۔ گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہیں۔ وہیں پرچہ پر نظر پڑتی ہے اسے بھی اٹھا کر پڑھ لیتا ہے۔ پھر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار دینار پیش کر کے کہتا ہے۔ یہ لیجئے آپ کی رقم معاف کیجئے گا میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور دیر لگ گئی' آج کشتی ملی آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا' اس نے پوچھا کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے اس نے کہا میں کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی اس نے کہا اپنی رقم واپس لے کر خوش ہو کر چلے جاؤ' آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر اسے توکل علی اللہ ڈال دی تھی اسے اللہ نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی رقم پوری وصول پالی۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے' صحیح بخاری شریف میں سات جگہ یہ حدیث آئی ہے۔

پھر فرمان ہے کہ لکھنے والا عدل و حق کے ساتھ لکھے کتابت میں کسی فریق پر ظلم نہ کرے۔ ادھر ادھر کچھ کمی بیشی نہ کرے بلکہ لین دین والے دونوں متفق ہو کر جو لکھوائیں' وہی لکھے' لکھا پڑھا شخص معاملہ کو لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جب اسے لکھنے کو کہا جائے لکھ دے' جس طرح اللہ کا یہ احسان اس پر ہے کہ اس نے اسے لکھنا سکھایا' اسی طرح جو لکھنا نہ جانتے ہوں' ان پر یہ احسان کرے اور ان کے معاملہ کو لکھ دیا کرے' حدیث میں ہے' یہ بھی صدقہ ہے کہ کسی کام کرنے والے کا ہاتھ بٹا دو' کسی گرے پڑے کا کام کر دو' اور حدیث میں ہے جو علم کو جان کر پھر اسے

چھپائے' قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی' حضرت مجاہدؒ اور حضرت عطاؒ فرماتے ہیں' کاتب پر لکھ دینا اس آیت کی رو سے واجب ہے۔ جس کے ذمہ حق ہو' وہ لکھوائے اور اللہ سے ڈرے' نہ کمی بیشی کرے نہ خیانت کرے۔ اگر یہ شخص بے سمجھ ہے' اسراف وغیرہ کی وجہ سے روک دیا گیا ہے یا کمزور ہے یعنی بچہ ہے یا حواس درست نہیں یا جہالت اور کند ذہنی کی وجہ سے لکھوانا بھی نہیں جانتا تو جو اس کا والی اور بڑا ہو' وہ لکھوائے۔

پھر فرمایا کتابت کے ساتھ شہادت بھی ہونی چاہئے تاکہ معاملہ خوب مضبوط اور بالکل صاف ہو جائے' دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو۔ اگر نہ مل سکیں تو خیر ایک مرد اور دو عورتیں سہی' یہ حکم مال کے اور مقصود مال کے بارے میں ہے' دو عورتوں کو ایک عورت کے قائم مقام کرنا عورت کی عقل کے نقصان کے سبب ہے' جیسے صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' اے عورتو! صدقہ کرو اور بکثرت استغفار کرتی رہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ جہنم میں تم بہت زیادہ تعداد میں جاؤ گی' ایک عورت نے پوچھا' حضورؐ یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا تم لعنت زیادہ بھیجا کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو' میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کی کمی کے مردوں کی عقل مارنے والی تم سے زیادہ کوئی ہو' اس نے پھر پوچھا کہ حضورؐ ہم میں دین کی اور عقل کی کمی کیسے ہے؟ فرمایا عقل کی کمی تو اس سے ظاہر ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کی کمی یہ ہے کہ ایام حیض میں نہ نماز ہے' نہ روزہ۔

گواہوں کی نسبت فرمایا کہ یہ شرط ہے کہ وہ عدالت والے ہوں' امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ جہاں کہیں قرآن شریف میں گواہ کا ذکر ہے' وہاں عدالت کی شرط ضروری ہے گو وہاں لفظوں میں نہ ہو اور جن لوگوں نے ان کی گواہی رد کر دی ہے جن کا عادل ہونا معلوم نہ ہو' ان کی دلیل بھی یہی آیت ہے' وہ کہتے ہیں کہ گواہ عادل اور پسندیدہ ہونا چاہئے۔ دو عورتیں مقرر ہونے کی حکمت بھی بیان کر دی گئی کہ ایک گواہی کو بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے گی "فَتُذَكِّرَ" کی دوسری قرات "فَتُذْكِرَ" بھی ہے' جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شہادت اس کے ساتھ مل کر شہادت مرد کے کر دے گی' انہوں نے مکلف کیا ہے' صحیح بات پہلی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

گواہوں کو چاہئے کہ جب وہ بلائے جائیں تو انکار نہ کریں یعنی جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس معاملہ پر گواہ رہو تو انہیں انکار نہ کرنا چاہئے جیسے کاتب کی بابت بھی یہی فرمایا گیا ہے' یہاں سے یہ بھی فائدہ حاصل کیا گیا ہے کہ گواہ رہنا بھی فرض کفایہ ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمہور کا مذہب یہی ہے اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ جب گواہ گواہی دینے کے لئے طلب کیا جائے یعنی جب اس سے واقعہ پوچھا جائے تو وہ خاموش نہ رہے' چنانچہ حضرت ابومجلزؒ مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جب گواہ بننے کے لئے بلائے جاؤ تو تمہیں اختیار ہے خواہ گواہ بننا پسند کر دیا نہ کرو لیکن جب گواہ ہو چکے' پھر گواہی دینے کے لئے جب بلایا جائے تو ضرور جانا پڑے گا۔ صحیح مسلم اور سنن کی حدیث میں ہے' اچھے گواہ وہ ہیں جو بے پوچھے ہی گواہی دے دیا کریں۔ بخاری و مسلم کی دوسری حدیث میں جو آیا ہے کہ بدترین گواہ وہ ہیں جن سے گواہی طلب نہ کی جائے اور وہ گواہی دینے بیٹھ جائیں اور وہ حدیث جس میں ہے کہ پھر ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسمیں گواہیوں پر اور گواہیاں قسموں پر پیش پیش رہیں گی' اور روایت میں آیا ہے کہ ان سے گواہی نہ لی جائے گی تاہم وہ گواہی دیں گے (تو یاد رہے مذمت جھوٹی گواہی دینے والیوں کی ہے اور تعریف سچی گواہی دینے والوں کی ہے) اور یہی ان مختلف احادیث میں تطبیق ہے' حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں' آیت دونوں حالتوں پر شامل ہے یعنی گواہی دینے کے لئے بھی اور گواہ رہنے کے لئے بھی انکار نہ کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا' چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا لکھنے سے کسمساؤ نہیں بلکہ مدت وغیرہ بھی لکھ لیا کرو۔ ہمارا یہ حکم پورے عدل والا اور گواہی کو خوب

ثابت رکھنے والا ہے کیونکہ اپنی تحریر دیکھ کر بھولی بسری بات بھی یاد آ جاتی ہے' نہ لکھا ہو تو ممکن ہے کہ بھول جائے۔ جیسے اکثر ہوتا ہے اور اس میں شک وشبہ کے نہ ہونے کا بھی زیادہ موقعہ ہے کیونکہ اختلاف کے وقت تحریر دیکھ سکتے ہیں اور بغیر شک وشبہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا جبکہ نقد خرید وفروخت ہو رہی ہو تو چونکہ باقی کچھ نہیں رہتا' اس لئے اگر نہ لکھا جائے تو کسی جھگڑے کا احتمال نہیں لہذا کتابت کی شرط تو ہٹا دی گئی۔ اب رہی شہادت تو سعید بن مسیب تو فرماتے ہیں کہ ادھار ہو یا نہ ہو' ہر حال میں اپنے حق پر گواہ کر لیا کرو' دیگر بزرگوں سے مروی ہے کہ فان امن الخ فرما کر اس حکم کو بھی ہٹا دیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جمہور کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں' بلکہ استحباب کے طور پر اچھائی کے لئے ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ نے خرید وفروخت کی جبکہ اور کوئی گواہ شاہد نہ تھا' چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا اور اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کے لئے چلا' حضورؐ تو ذرا جلد نکل گئے اور وہ آہستہ آہستہ آ رہا تھا۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا بک گیا ہے' انہوں نے قیمت لگانی شروع کی۔ یہاں تک کہ جتنے داموں اس نے آپ کے ہاتھ بیچا تھا' اس سے زیادہ دام لگ گئے۔ اعرابی کی نیت پلٹی اور اس نے آپ کو آواز دے کر کہا' حضرت یا تو گھوڑا اسی وقت نقد دے کر لے لو یا میں اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں' حضورؐ یہ سن کر رکے اور فرمانے لگے تو تو اسے میرے ہاتھ بیچ چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہا ہے' اس نے کہا نہیں' اللہ کی قسم میں نے تو نہیں بیچا۔ حضرت نے فرمایا۔ غلط کہتا ہے میرے تیرے درمیان معاملہ ہو چکا ہے' اب لوگ ادھر ادھر سے بیچ میں بولنے لگے اس گنوار نے کہا' اچھا تو گواہ لائیے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بدبخت آپ تو اللہ کے پیغمبر ہیں آپ کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے لیکن وہ یہی کہے چلا گیا کہ لاؤ گواہ پیش کرو' اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور اعرابی کے اس قول کو سن کر فرمانے لگے' میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے بیچ دیا ہے اور آنحضرتؐ کے ہاتھ تو فروخت کر چکا ہے آپؐ نے فرمایا تو کیسے شہادت دے رہا ہے؟ حضرت خزیمہؓ نے فرمایا' آپ کی تصدیق اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی ہے' چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ آج سے حضرت خزیمہؓ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔

پس اس حدیث سے خرید وفروخت پر گواہی دو گواہوں کی ضروری نہ رہی لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ تجارت پر بھی گواہ ہوں' کیونکہ ابن مردویہ اور حاکم میں ہے کہ تین شخص ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں کی جاتی۔ ایک تو وہ کہ جس کے گھر بداخلاق عورت ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی یتیم کا مال اس کی بلوغت سے پہلے اسے سونپ دے' تیسرا وہ شخص جو کسی کو مال قرض دے اور گواہ نہ رکھے' امام حاکم اسے شرط بخاری ومسلم پر صحیح بتلاتے ہیں۔ بخاری ومسلم اس لئے اسے نہیں لائے کہ شعبہ کے شاگرد اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پر موقوف بتاتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ کاتب کو چاہئے کہ جو لکھا گیا' وہی لکھے اور گواہ کو چاہئے کہ واقعہ کے خلاف گواہی نہ دے اور نہ گواہی کو چھپائے۔ حسنؒ قتادہؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ ابن عباسؓ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں کو ضرر نہ پہنچایا جائے مثلاً انہیں بلانے کے لئے گئے وہ کسی اپنے کام کاج میں مشغول ہوں تو یہ کہنے لگے کہ تم پر یہ فرض ہے۔ اپنا حرج کرو اور چلو' یہ حق انہیں نہیں اور بہت سے بزرگوں سے بھی یہ مروی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ میں جس سے روکوں' اس کا کرنا' اور جو کام کرنے کو کہوں اس سے رک جانا یہ بدکاری ہے' جس کا وبال تم سے چھٹے گا نہیں۔ پھر فرمایا اللہ سے ڈرو۔ اس کا لحاظ رکھو' اس کی فرمانبرداری کرو' اس کے روکے ہوئے کاموں سے رک جاؤ' اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھا رہا ہے جیسے اور جگہ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہیں

دلیل دے دے گا' اور جگہ ہے ایمان والو اللہ سے ڈرو' اس کے رسول پر ایمان رکھو' وہ تمہیں دوہری رحمتیں دے گا اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلتے رہو گے۔ پھر فرمایا' تمام کاموں کے انجام اور حقیقت سے ان کی مصلحتوں اور دور اندیشیوں سے اللہ آگاہ ہے۔ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں' اس کا علم تمام کائنات کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کا اسے حقیقی علم ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ ع ۳۹

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو' ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے پر امن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ۔ جو اسے چھپالے' وہ گنہگار دل والا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو' اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ○

مسئلہ رہن' تحریر اور گواہی! ☆☆ (آیت:۲۸۳) یعنی بحالت سفر اگر ادھار کا لین دین ہو اور کوئی لکھنے والا نہ ملے یا ملے مگر قلم و دوات یا کاغذ نہ ہو تو رہن رکھ لیا کرو اور جس چیز کو رہن رکھنا ہو' اسے حقدار کے قبضے میں دے دو۔ مقبوضہ کے لفظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ رہن جب تک قبضہ میں نہ آجائے' لازم نہیں ہوتا' جیسے کہ امام شافعیؒ اور جمہور کا مذہب ہے اور دوسری جماعت نے استدلال کیا ہے کہ رہن کا مرتہن کے ہاتھ میں مقبوض ہونا ضروری ہے' امام احمدؒ اور ایک دوسری جماعت سے یہی منقول ہے' ایک اور جماعت کا قول ہے کہ رہن صرف سفر میں ہی مشروع ہے' جیسے حضرت مجاہدؒ وغیرہ لیکن صحیح بخاری' صحیح مسلم' شافعی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت فوت ہوئے' اس وقت آپ کی زرہ مدینے کے ایک یہودی ابوالشحم کے پاس تیس وسق جو کے بدلے گروی تھی جو آپ نے اپنے گھر والوں کے کھانے کے لئے لئے تھے' ان مسائل کے بسط و تفصیل کی جگہ تفسیر نہیں' بلکہ احکام کی بڑی بڑی کتابیں ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمُنَّتُهٗ وَبِهِ الْمُسْتَعَانُ اس سے بعد کے جملے فَاِنْ اَمِنَ سے حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ اس کے پہلے کا حکم منسوخ ہو گیا ہے' شعبیؒ فرماتے ہیں' جب نہ دینے کا خوف ہو تو نہ لکھنے اور نہ گواہ رکھنے کی کوئی حرج نہیں۔ جسے امانت دی جائے اسے خود یاد رکھنا چاہئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ادا کرنے کی ذمہ داری اس ہاتھ پر ہے جس نے کچھ لیا۔ ارشاد ہے شہادت کو نہ چھپاؤ نہ اس میں خیانت کرو نہ اس کے اظہار کرنے سے رکو۔

ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں جھوٹی شہادت دینی یا شہادت کو چھپانا کبیرہ گناہ ہے' یہاں بھی فرمایا' اس کا چھپانے والا خطا کار دل والا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ یعنی ہم اللہ کی شہادت نہیں چھپاتے۔ اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہم گنہگاروں میں سے ہیں۔ اور جگہ فرمایا' ایمان والو! عدل و انصاف کے ساتھ اللہ کے حکم کی تعمیل یعنی گواہیوں پر ثابت قدم رہو گو اس کی برائی خود تمہیں پہنچے یا تمہارے ماں باپ کو یا رشتے کنبے والوں کو اگر وہ مالدار ہو تو اور فقیر ہو تو۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اولیٰ ہے۔ خواہشوں کے پیچھے پڑ کر عدل سے نہ ہٹو اور اگر تم زبان دباؤ گے یا پہلوتہی کرو گے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اس کا چھپانے والا گنہگار دل والا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ
تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اللہ ہی کی ملکیت ہے' تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے' اسے تم ظاہر کرو یا چھپاؤ' اللہ اس کا حساب تم سے لے گا' پھر جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ○

انسان کے ضمیر سے خطاب: ☆☆ (آیت:۲۸۴) یعنی آسمان و زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چھوٹی بڑی چھپی یا کھلی ہر بات کو وہ جانتا ہے۔ ہر پوشیدہ اور ظاہر عمل کا وہ حساب لینے والا ہے' جیسے اور جگہ فرمایا ہے قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ الخ کہہ دے کہ تمہارے سینوں میں جو کچھ ہے' اسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو' اللہ تعالیٰ کو اس کا بخوبی علم ہے۔ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اور فرمایا' وہ ہر چھپی ہوئی اور علانیہ بات کو خوب جانتا ہے' مزید اس معنی کی بہت سی آیتیں ہیں۔ یہاں اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ اس پر حساب لے گا۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ بہت پریشان ہوئے کہ چھوٹی بڑی تمام چیزوں کا حساب ہوگا۔ اپنے ایمان کی زیادتی اور یقین کی مضبوطی کی وجہ سے وہ کانپ اٹھے تو حضورؐ کے پاس آ کر گھٹنوں کے بل گر پڑے اور کہنے لگے حضرتؐ نماز روزہ جہاد صدقہ وغیرہ کا ہمیں حکم ہوا' وہ ہماری طاقت میں تھا۔ ہم نے حتی المقدور کیا لیکن اب جو یہ آیت اتری ہے' اسے برداشت کرنے کی طاقت ہم میں نہیں' آپؐ نے فرمایا' کیا تم یہود و نصاریٰ کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم نے سنا اور نہیں مانا۔ تمہیں چاہئے کہ یوں کہو' ہم نے سنا اور مانا۔ اے اللہ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں۔ ہمارے رب ہمیں تو تیری ہی طرف لوٹنا ہے' چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اسے تسلیم کر لیا اور زبانوں پر یہ کلمات جاری ہو گئے تو آیت اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ اتری اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو دور کر دیا اور آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نازل ہوئی (مسند احمد) صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تکلیف ہٹا کر آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ اتاری اور جب مسلمانوں نے کہا کہ اے اللہ ہماری بھول چوک اور خطا پر ہماری پکڑ نہ کر' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نَعَمْ یعنی میں یہی کروں گا' انہوں نے کہا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ۔ اے اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے اگلوں پر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بھی قبول پھر کہا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا اے اللہ ہم پر ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال۔ اسے بھی قبول کیا گیا پھر دعا مانگی اے اللہ ہمیں معاف فرما' ہمارے گناہ بخش اور کافروں پر ہماری مدد کر اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمایا' یہ حدیث اور بھی بہت سے انداز سے مروی ہے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں' میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس آیت وَاِنْ تُبْدُوْا کی تلاوت فرمائی اور بہت روئے۔ آپ نے فرمایا' اس آیت کے اترتے ہی یہی حال صحابہ کا ہوا تھا۔ وہ سخت غمگین ہو گئے اور کہا کہ دلوں کے مالک تو ہم نہیں۔ دل کے خیالات پر بھی پکڑے گئے تو بڑی مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہو چنانچہ صحابہؓ نے کہا اور پھر بعد والی آیتیں اتریں اور عمل پر تو پکڑ طے ہوئی لیکن دل کے خطرات اور نفس کے وسوسے سے پکڑ منسوخ ہو گئی۔ دوسرے طریق سے یہ روایت ابن مرجانہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ قرآن نے فیصلہ کر دیا

کہ تم اپنے نیک و بد اعمال پر پکڑے جاؤ گے خواہ زبانی ہوں خواہ دوسرے اعضاء کے گناہ ہوں لیکن دلی وسواس معاف ہیں۔ اور بھی بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے اس کا منسوخ ہونا مروی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے' اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلی خیالات سے درگذر فرمالیا' گرفت اسی پر ہوگی جو کہیں یا کریں۔

بخاری و مسلم میں ہے' حضورؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو جب تک اس سے برائی سرزد نہ ہوا گر کر گذرے تو ایک برائی لکھو اور جب نیکی کا ارادہ کرے تو صرف ارادہ سے ہی نیکی لکھ لو اور اگر نیکی کر بھی لے تو ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھو (مسلم) اور روایت میں ہے کہ ایک نیکی کے بدلے سات سو تک لکھی جاتی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ جب بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ تیرا یہ بندہ بدی کرنا چاہتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' رکے رہو جب تک کرنہ لے۔ اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو' اگر کرے تو ایک لکھنا اور اگر چھوڑ دے تو ایک نیکی لکھ لینا کیونکہ مجھ سے ڈر کر چھوڑتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں' جو پختہ اور پورا مسلمان بن جائے' اس کی ایک ایک نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک بڑھتا جاتا ہے اور برائی نہیں بڑھتی۔ اور روایت میں ہے کہ سات سو سے بھی کبھی کبھی نیکی بڑھا دی جاتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بڑا برباد ہونے والا وہ ہے جو باوجود اس رحم و کرم کے بھی برباد ہو۔ ایک مرتبہ اصحابؓ نے آ کر عرض کیا کہ حضرت کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسے وسوسے اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا بیان کرنا بھی ہم پر گراں گذرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا' ایسا ہونے لگا؟ انہوں نے عرض کیا ہاں' آپؐ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے (مسلم وغیرہ)

حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت والے دن جب تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا تو فرمائے گا کہ میں تمہیں تمہارے دلوں کے ایسے بھید بتاتا ہوں جس سے میرے فرشتے بھی آگاہ نہیں' مومنوں کو تو بتانے کے بعد پھر معاف فرما دیا جائے گا لیکن منافق اور شک وشبہ کرنے والے لوگوں کو ان کے کفر کی درپردہ اطلاع دے کر بھی ان کی پکڑ ہوگی۔ ارشاد ہے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دل کی کمائی پر پکڑے گا یعنی دلی شک اور دلی نفاق کی بناء پر۔ حسن بصریؒ بھی اسے منسوخ نہیں کہتے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی روایت سے متفق ہیں اور فرماتے ہیں کہ حساب اور چیز ہے۔ عذاب اور چیز ہے حساب لیا جانا اور عذاب کیا جانا لازم نہیں ممکن ہے حساب کے بعد معاف کر دیا جائے اور ممکن ہے سزا ہو۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم طواف کر رہے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے حضورؐ سے اللہ تعالیٰ کی سرگوشی کے متعلق کیا سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایمان والے کو اپنے پاس بلائے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا۔ پھر اس سے کہے گا۔ بتا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا؟ فلاں فلاں گناہ کیا؟ وہ غریب اقرار کرتا جائے گا جب بہت سے گناہ ہونے کا اقرار کر لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ سن دنیا میں بھی میں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور اب آج کے دن بھی میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں' اب اسے اس کی نیکیوں کا صحیفہ اس کے داہنے ہاتھ میں دے دیا جائے گا ہاں البتہ کفار و منافق کو تمام مجمع کے سامنے رسوا کیا جائے گا اور ان کے گناہ ظاہر کئے جائیں گے اور پکارا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر تہمت لگائی' ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔

حضرت زیدؒ نے ایک مرتبہ اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا' جب سے میں نے آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں پوچھا ہے تب سے لے کر آج تک مجھ سے کسی شخص نے نہیں پوچھا مگر آج تو نے پوچھا تو سن۔ اس سے مراد بندے کو دنیاوی تکلیفیں مثلاً بخار وغیرہ تکلیفیں پہنچانا ہے یہاں تک کہ مثلاً ایک جیب میں نقدی رکھی اور بھول گیا۔ تھوڑی پریشانی ہوئی مگر دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہاں سے نقدی مل گئی اس پر بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں یہاں تک کہ مرنے کے وقت وہ گناہوں سے اس

طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح خالص سرخ سونا ہو۔ ترمذی وغیرہ یہ حدیث غریب ہے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ
بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ
وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ ۲۸۵
لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا
اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ
عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا
تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪
اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ۲۸۶

ع ۲ / ۸

رسول مان چکا اس چیز کو جو اس کی طرف اللہ کی جانب سے اتری اور مومن بھی مان چکے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم جدائی نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور مانا' ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا' جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے ہے اور جو برائی کرے وہ اس پر ہے' اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا' الٰہی ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے تھے' اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگذر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی ہمارا مالک ہے' ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما ○

بقرہ کی آخری آیات اور ان کی فضیلت: ☆☆ (آیت:۲۸۵-۲۸۶) ان دونوں آیتوں کی فضیلت کی حدیثیں سنئے' صحیح بخاری میں ہے جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے' اسے یہ دونوں کافی ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے دی گئی ہیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو یہ نہیں دی گئیں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور کو معراج کرائی گئی اور آپ سدرۃ المنتہٰی تک پہنچے جو ساتویں آسمان میں ہے' جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک ہی پہنچتی ہے اور یہاں سے ہی لے لی جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے نازل ہوتی ہے وہ بھی یہیں تک پہنچتی ہے' پھر یہاں سے آگے لے لی جاتی ہے اور اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں' وہاں حضور کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچ وقت کی نمازیں' سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش۔ مسند میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سورۂ بقرہ کی ان دونوں آخری آیتوں کو پڑھتے رہا کرو۔ میں انہیں عرش کے نیچے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں' ابن مردویہ میں ہے کہ ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں۔ میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں جو نہ میرے سے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔ ابن مردویہ میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی ﷺ عرش تلے کے خزانہ سے دیئے گئے ہیں۔ اور حدیث ترمذی میں ہے کہ اللہ